سوال نمبر 01

درج ذیل میں سے کسی ایک موضوع پر مضمون تحریر کریں۔

اردو ہے جس کا نام ہمیں جانتے ہیں داغ

انسانی تاریخ کے مختلف ادوار میں بہت سی زبانوں نے جنم لیا ہے جن میں سے بیشتر ایک خاص مدت تک کسی جغرافیائی خطہ میں بولی گئیں لیکن رفتہ رفتہ ان کی شکل و صورت بدلتی رہی وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان کا نام و نشان مٹ گیا اور ان کی جگہ دوسری زبانوں نے لے لی البتہ یہ کلیہ استثنا سے خالی نہیں ہے یقیناً کچھ زبانیں ایسی بھی ہیں جو اپنی خصوصیات کی وجہ سے زندہ و جاوید ہو جاتی ہیں اور مسلسل ارتقائی مراحل طے کرتی رہتی ہیں اردو بھی ایک ایسی زبان ہے جس کی تاریخ تقریباً سات سو سال پرانی ہے اسے کبھی گجری کے نام سے جانا گیا تو کبھی دکنی کے نام سے کبھی ہندوستانی تو کبھی ریختہ، شاہجہاں کے دور میں اسے اردوئے معلیٰ کا خوبصورت درجہ ملا جو آج تک جاری و ساری ہے۔

اقوام متحدہ کے ادارے یونیسکو کے اعداد و شمار کے مطابق دنیا میں سب سے زیادہ بولی اور سمجھی جانے والی زبانوں میں چینی اور انگریزی زبان کے بعد تیسری بڑی زبان اردو ہے اس کے بولنے اور سمجھنے والے دنیا کے تقریباً ہر خطے اور ہر ملک میں موجود ہیں اور اسکے خلاق اثر کو دیکھتے ہوئے یہ کہنا مبالغہ نہ ہو گا یہ انگریزی کے بعد دنیا کی سب سے بڑی زبان ہے اگرچہ پاکستان میں صوبائی سطح

پر پنجابی، سندھی، بلوچی، پشتو، سرائیکی، پوٹھوہاری وغیرہ بولی جاتی ہیں مگر ان کا دائرہ کار صرف مقامی سطح تک محدود ہے جبکہ اردو وہ واحد زبان ہے جو طورخم سے کراچی تک بولی اور سمجھی جاتی ہے بلکہ بھارت، بنگلہ دیش اور سارک کے دوسرے ملکوں میں بھی اس کی مقبولیت کچھ کم نہیں۔

دنیا کی بیشتر معروف یونیورسٹیوں مثلاً کیمبرج یونیورسٹی، آکسفورڈ یونیورسٹی، کنگز کالج لندن، لندن یونیورسٹی، کولمبیا یونیورسٹی، شکاگو یونیورسٹی وغیرہ میں ضرورت کے تحت اردو کے تدریس کے شعبے قائم ہیں جن میں اردو سیکھنے والوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے ایک محتاط اندازے کے مطابق اس وقت دنیا میں اردو جاننے اور بولنے والوں کی مجموعی تعداد ڈیڑھ ارب سے متجاوز ہے جو کہ اردو کی عام مقبولیت کا سب سے بڑا ثبوت ہے۔

اردو کا آغاز اس وقت ہوا جب مسلمان فاتحین ہندوستان میں داخل ہوئے اور یہاں کے باشندوں سے ان کا میل جول بڑھتا گیا۔ محمد بن قاسم کی سندھ میں آمد سے وہاں کے لوگوں کی زبان پر عربی، فارسی، ترکی زبان کے اثرات نمودار ہوئے۔ لہٰذا آہستہ آہستہ لوگوں نے ان تمام زبانوں کو سیکھنا شروع کیا اور ان زبانوں کا اختلاط شروع ہوا اور ایک مجموعی زبان (مشترکہ زبان) نے جنم لیا۔ صوفیاء کرام بھی اسی زبان میں تبلیغ کرتے تھے۔

CamScanner

مزید یہ کہ اردو خود بھی ترکی زبان کا لفظ ہے اور
1627ء کے بعد جو شاہی لشکر دہلی میں مقیم رہے
وہ اردو یا اردوئے معلی کہلاتا تھا چونکہ یہ زبان
لشکری بولتے تھے اس لیے یہ زبان اردو کہلائی مزید
مغلیہ سلطنت کے دور حکومت میں اس میں مزید
نکھار پیدا ہوا۔ عوام کے ساتھ ساتھ خواص نے بھی
اس کو اپنایا شعرائے کرام نے اسے اپنے سایہ
عاطفت میں لیا اور اس میں بہت کچھ صفائی
پیدا کی اور نئی نئی تراش خراش سے اسے خوب
آراستہ و پیراستہ کر دیا۔

بلاشبہ اردو ایک مرکب زبان ہے
اس میں دوسری زبانوں کے الفاظ اس کثرت سے
داخل ہوئے ہیں کہ اب ان کو مرکب سے علیحدہ کرنا
محال ہے لہذا یہ دوسری زبانوں کو اپنے اندر جذب
کر لیتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ ہر شخص اس
میں ایک انجانی سی کشش محسوس کرتا ہے اور
اس میں بہت سی خوبیاں بھی شامل ہو گئیں
ہیں اس کے الفاظ نرم و شیریں اور کومل ہیں۔
اردو زبان کی شیریں لطافت کا جادو سر چڑھ
کر بولتا ہے اردو زبان کی کشش و خوشبو
اور مذکورہ جادو کے مدنظر معروف شاعر جاوید
صبا نے کیا خوب کہا ہے

ے ایک ہی پھول سے سب پھولوں کی خوشبو آئے
اور [illegible] اردو [illegible] آئے [illegible] جیسے اردو آئے [illegible]

چونکہ اردو محض ایک زبان نہیں ہے بلکہ گنگا جمنی تہذیب ہے یہ ہندوستان کی ثقافتی میراث بھی ہے اہلِ ہند کے مطابق اردو زبان ہمارے بھارت کی مانند بھاشا ہندی کی سگی بہن بھی تصور کی جاتی ہے وہ تو جب قیامِ پاکستان کی تحریک اٹھی تو انتہا پسند لوگوں نے اردو زبان کو مسلمانوں کی زبان قرار دیتے ہوئے اس سے کنارہ کشی اختیار کر لی ورنہ بقول شاعر منور رانا

لپٹ جاتا ہوں ماں سے اور موسی مسکراتی ہے
میں اردو میں غزل کہتا ہوں ہندی مسکراتی ہے

اردو کی مقبولیت کا ایک اور سبب یہ بھی ہے کہ چونکہ اردو کا جنم کئی زبانوں کے اتفاقی اختلاط سے ہوا ہے اس لیے ان زبانوں کے حروفِ ابجد بھی اس میں آ گئے ہیں۔ اس وقت اردو زبان میں سب سے زیادہ آوازوں کے حروف کا نظام مستعمل ہے اطالوی زبان میں محض بیس حروف رائج ہیں۔ فرانسیسی میں تئیس، یونانی میں چوبیس، سپینش میں چھبیس سنسکرت میں ۴۸ اڑتالیس جبکہ اردو میں چوّن حروف رائج ہیں۔ مشہور ماہر لسانیات ولیم جالسن کے قول کے مطابق ہر طرح سے مکمل زبان وہ ہے جسکے رسم الخط میں اسکی زبان کی ساری آوازوں کے نمائندے حروف موجود ہوں۔ لہٰذا اردو ایک

زندہ زبان ہے جو دوسری زبانوں کو ہر صورت میں قبول کر لیتی ہے اردو کی مقبولیت کا ایک اور سبب یہ بھی ہے کہ دنیا کی بیشتر زبانوں کے مقابلے میں اردو تحریر کم سے کم جگہ اور وقت لیتی ہے۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق اس وقت اردو میں عام استعمال ہونے والے الفاظ کی تعداد تین لاکھ سے زیادہ ہے۔

لہذا یہ کہنا رائیگاں نہیں جائے گا کہ اردو کو کئی زبانوں سے مختلف اقوام نے رابطے کے لیے استعمال کیا لیکن فی الحال دور حاضر میں ہماری سب سے بڑی بد قسمتی یہ ہے کہ اردو کو عملی زبان سے الگ سمجھا جاتا ہے اور اردو کو میں گفتگو کو سطحی خیالات کی عکاسی تک محدود کر دیا جاتا ہے۔ لیکن اگر ہم اس زبان میں علم کی ترویج نہیں کریں گے تو اس میں نئی نئی اصطلاحات بھی معرض وجود میں نہیں آئیں گی۔ لہذا اردو زبان کو عملی زبان کا روپ دینے کی ضرورت ہے ہم انگریزی زبان کے خلاف نہیں کوئی بھی زبان اچھی یا بری نہیں ہوتی بلکہ ہر ملک کی اپنی ایک زبان ہوتی ہے جس سے وہ ملک پہچانا جاتا ہے زندہ قومیں اپنی زبان کے ساتھ زندہ رہتی ہیں اور اپنی زبان کو قیمتی ورثہ سمجھ کر اس کی حفاظت کرتی ہیں اور زندگی کے ہر میدان میں لاگو کرتی ہیں جیسے مولوی عبدالحق نے کہا کہ اگر ہمیں تمام علوم وفنون

اپنی زبان کے ذریعے پڑھائے جاتے تو وہ سارے فنون ہمارے ہو جاتے ہماری زبان کس قدر وسیع اور پرمایہ ہو جاتی اور اس کا مرتبہ کتنا بلند ہو جاتا۔

اس کے علاوہ ہر زبان کی اپنی تہذیب ہوتی ہے ہمیں اپنا قومی تشخص برقرار رکھنے کیلئے اردو زبان کو اپنانا ہوگا اس بات سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ بین الاقوامی تعلقات کو قائم کرنے کیلئے ہمیں انگریزی کی ضرورت ہے لیکن میرا ماننا ہے کہ ہمیں اپنی زبان کے ذریعے ہی دوسری اقوام سے رابطہ کرنا چاہئے حالانکہ انگریزی زبان سیکھنے سے انکار کیا تو کیا وہ ملک ترقی یافتہ اقوام کی فہرست میں شامل نہیں ہے؟ لہذا اگر ہمیں اپنی زبان کے ذریعے ہی قوت اظہار تخلیقات حاصل ہوتا ہے اور تخلیقات کی بھاگ دوڑ ادب کے تکھاری کے ہاتھ میں دی جاتی ہے یہ ہاتھ جتنا مضبوط ہو گا اتنی ہی تخلیقات معتبر گردانی جائیں گی۔ لیکن ہمارا المیہ ہے کہ اگر اردو بولنے والوں کو ثانوی حیثیت حاصل ہوتی ہے جبکہ انگریزی بولنے والوں کو پہلی نمایاں حیثیت حاصل ہوتی ہے کیا کبھی کسی قوم نے اپنی قومی زبان کا یہ حال کیا ہے؟ ایک طرف انگریزی کو غیر سرکاری زبان کا درجہ دیتے ہیں تو دوسری طرف اسے مجبوری بنا کر سرکاری زبان پر برتری دیتے ہیں۔ یہ سلسلہ آخر کب تک جاری رہے گا اور ذریعہ تعلیم ۔۔۔

حوالے سے اردو انگریزی کا کب فیصلہ ہوگا؟ کیا ہم میں خود اعتمادی کی کمی ہے کیا ہم اپنی شناخت بھی رکھتے آخر ہم کب تک غیروں کی زبان کی بیساکھی لے کر چلتے رہیں گے۔

اس لیے ضروری ہے کہ حکومتوں پر دباؤ بنایا جائے کہ وہ اردو کی کتابیں داخل نصاب کر دیں۔ سرکاری اسکولوں میں اردو کو لازمی کر دیں کالجوں میں اردو کو لازمی اور اعلیٰ سطحوں پر اختیاری مضمون کی صورت میں داخل کروائیں۔ سرکاری نوکریوں میں اردو کی حصہ داری ہو سرکاری محکمات میں اردو زبان کی درخواستیں بھی جمع ہوں اور ساتھ ہی مترجمین بھی متعین کئے جائیں۔ نیز مختلف علوم کی تعلیمات کو اردو میں مترجم کیا جائے تاکہ ہم اپنی زبان کو اچھی طرح سمجھیں اور زندگی کے مختلف شعبوں میں ایجادات متعارف کروائیں۔ بحیثیت قوم اپنی یکجہتی کو قائم رکھنے کے لیے اردو کے سہارے کی ضرورت ہے اسی کے ذریعے تعصب، تفرقہ اور فرقہ واریت کا خاتمہ بھی ممکن ہو سکتا ہے اس لیے اسے مزید نظر انداز مت کریں اور اس حقیقت کو جانیں کہ اس کا بین الاقوامی مزاج مصدر سازی کے عمدہ اصول، ہم معنی مترادف الفاظ متضاد الفاظ کی کثرت ایسی خصوصیات ہیں جو اسے دنیا کی تمام زبانوں سے ممتاز اور منفرد کرتی ہے بقول شاعر:

اردو ہے نام جس کا ہم جانتے ہیں داغ
ہندوستاں میں دھوم ہماری زباں کی ہے

سوال نمبر 2

تلخیص نگاری

دہشت گردی اور اس کا استعمال

دہشت گردی کی کوئی ایک متفقہ تعریف نہیں ہے لیکن اسے عام طور پر کسی سیاسی یا ذاتی مقصد کے حصول کیلئے تشدد یا تشدد کی دھمکی کے استعمال کے طور پر بیان کیا جاتا ہے جو چھوٹا گروپ بڑے گروپ کے خلاف کرتا ہے یا کوئی مذہبی جماعت کسی خاص مقصد کو حاصل کرنے کیلئے کرتا ہے دہشت گردی کا مقصد خوف پھیلانا ہوتا ہے جو کہ سیاسی مقصد کو حاصل کرنے یا حکومت کو یا معاشرے کو غیر مستحکم کرنے میں مدد کر سکتا ہے۔

سوال نمبر 3

درج ذیل جملوں کی درستگی کریں

1- پیٹ میں سخت درد ہو رہی ہے

پیٹ میں سخت درد ہو رہا ہے

2- میں نے اس کی انتظار کی

میں نے اس کا انتظار کیا

3- آپ کی خیریت نیک مطلوب ہے
آپ کی خیریت نیک مطلوب چاہتا ہوں

4- مالی نے ہرا ہرا گھاس کاٹا-
مالی نے ہری ہری گھاس کاٹی

5- بچہ نے ماں سے روٹی مانگا
بچے نے ماں سے روٹی مانگی

6- وہ عورتیں کہاں گئیں تھیں
وہ عورتیں کہاں گئی تھی -

7- وہ بے ناغہ سکول جاتا ہے
وہ بلا ناغہ سکول جاتا ہے.

8- وہ آئے روز غیر حاضر رہتا ہے -
وہ آئے دن غیر حاضر رہتا ہے -

9- وہ مجھ سے لڑنے لگ گیا
وہ مجھ سے لڑ پڑا

10- میں نے سالن کے ساتھ روٹی کھائی -
میں نے سالن ساتھ روٹی کھائی

سوال نمبر 4

محاورات کو جملوں میں استعمال کریں-

1- پگڑی اچھالنا

مسلیم نے بینک میں ڈاکہ ڈال کر والدین کی پگڑی اچھال دی -

2- پیٹ کاٹنا

والدین اپنا پیٹ کاٹ کر اولاد کی ضروریات پوری کرتے ہیں۔

3- کمر باندھنا

گھر کو بکھرا دیکھ کر عائشہ نے کمر باندھ لی

4- خمیازہ اٹھانا

اسلم نے والدین کی بات نہ مان کر بہت بڑا خمیازہ اٹھایا

5- سینگ سمانا

بہت کٹھن سفر طے کرنے کے بعد گھر آ کر آسیہ نے سینگ سمالیے۔

6- طاق پر رکھنا

ہم نے اپنی اقدار کو بالائے طاق پر رکھ کر دیا ہے

7- خون سفید ہونا

آج کل کے بچوں کا خون سفید ہو گیا ہے ان کو کسی کا احساس نہیں ہے۔

8- ہوائیاں اڑنا

جب مائرہ کا جھوٹ پکڑا گیا تو اس کے چہرے کی ہوائیاں اڑ گئیں

9- تیور بدلنا

پیسے دیکھتے ہی لالچی بیوی کے تیور بدل گئے۔

۱۰۔ پانی پھیر دینا

حامد نے امتحانات میں فیل ہو کر والدین کی امیدوں پر پانی پھیر دیا۔

سوال نمبر 5

درج ذیل میں سے تین اشعار کی تشریح کریں

(الف)

فقیرانہ آئے صدا کر چلے
میاں خوش رہو ہم دعا کر چلے

شاعر کا نام: میر تقی میر

تشریح:

میر تقی میر کو خدائے سخن کہا جاتا ہے آپ کی غزلوں میں انسانی جذبات، درد و غم، خودداری، توکل، قناعت پایا جاتا ہے میر تقی میر کو غزل کی دنیا کا بے تاج بادشاہ مانا جاتا ہے۔ آپ نے اردو ادب کو بہت عروج دیا۔ آپ کے مطابق زندگی میں جو حادثات آپ کو درپیش آئے اگر وہ نہ ہوتے تو آج میر بھی نہ ہوتے۔ آپ کا کلام عام لوگوں کے لیے مرتب کیا جاتا تھا۔ آپ اپنے کلام کے ذریعے لوگوں کو دہلی کا کھویا ہوا عروج حاصل کرنے کی

ترغیب دیتے۔ ان کے حالات کو دیکھ کر آپ
شاعری کرنے لگے۔ آپ ایک درویش صفت
انسان تھے۔ اس سفر میں بھی انہوں نے خود
کو ایک فقیر سے تشبیہ دی ہے اور کہا ہے
کہ ایک انسان جس کو کسی چیز کی طلب ہو وہ
صدا دیتا ہے آواز لگاتا ہے وہ اپنی طلب
بیان کرتا ہے لیکن اگر اس کو وہ محبوب
چیز نہیں ملتی تو کیا ہوا وہ تو اس دنیا میں ایک
فقیر کی حیثیت سے آیا تھا اور صدا کر کے چلا گیا ہے
اگر محبوب کی خوشی اسی میں ہے کہ وہ ہمیں اپنے
قابل نہیں سمجھتا تو کوئی بات نہیں ہم تو یہ دعا کر
سکتے ہیں کہ اس کا محبوب ہمیشہ خوش رہے
ایک سچا عاشق بھی یہی ہوتا
ہے جو ہر حال میں اپنے محبوب کی خوشی
چاہتا ہے جس حال میں اس کا محبوب
خوش ہو اس حال میں محب بھی خوش ہو
جاتا ہے۔ جب کوئی فقیر کسی دروازے پر صدا
دیتا ہے اگر اس کو خیرات نہ بھی ملے تو وہ گھر
والوں کو بددعائیں نہیں دیتا بلکہ کہتا ہے خدا
تمہارا بھلا کرے بالکل اسی طرح میر بیان کرتے
ہیں کہ اس کو دنیا میں محبوب نہیں ملا تو اب
اس کے اس دنیا سے رخصت کا وقت آن
پہنچا ہے لیکن میری خواہش یہی ہے کہ میرا محبوب
خوش رہے اس کی تمام خواہشات، تمنائیں
پوری ہوں۔

(ب)

قید میں یعقوب نے لی گو نہ یوسف کی خبر
لیکن آنکھیں روزن دیوار زنداں ہو گئیں

شاعر کا نام: مرزا غالب

تشریح

مرزا غالب اپنے اشعار میں اکثر تلمیحات کا استعمال کرتے ہیں۔ تلمیحات یعنی کسی تاریخی واقعے کی طرف اشارہ کرنا۔ وہ واقعہ مذہبی بھی ہو سکتا ہے اور سیاسی بھی۔ مرزا غالب کی شاعری میں تلمیحات اور اشعار کے ذریعے دریا کو کوزے میں بند کرنے کا عنصر ملتا ہے۔ درج بالا شعر میں غالب نے حضرت یوسف لیدان کے والد حضرت یعقوب کی جدائی کا قصہ مرکوز کیا ہے۔
اس شعر میں اس واقعے کی طرف اشارہ ہے جب زلیخا نے خواتین کو بلا کر ایک ایک پھل اور چاقو دیا اور انہوں نے انہیں کہا جب یوسف داخل ہوں تب کاٹنا ہے۔ لہذا حضرت یوسف کے حسن کو دیکھ کر مدہوش ہو گئیں اور انہوں نے لیموں کی بجائے اپنے ہاتھ کاٹ لیے جب یہ بات مشہور ہو گئی تو حضرت یوسف کو زندان میں ڈال دیا گیا۔ وہ کنعان سے دور مصر میں زندان میں تھے اور ادھر ان کے والد کنعان میں ہر وقت حضرت یوسف کی

جدائی میں آہ کر کے روتے رہتے اور رو رو کر ان کی آنکھیں سفید ہو گئیں یعنی ان کی آنکھیں نابینا ہو گئیں۔ حضرت یعقوب کو اپنے لخت جگر سے اس قدر پیار تھا کہ ان کی جدائی میں ہر وقت روتے رہتے اور ان کو یاد کرتے رہتے۔ جبکہ حضرت یعقوب کو اس کا بھی یقین تھا کہ ان کی قید کا اصل ذمہ دار ان کے بیٹے تھے وہ تو محض ان کی موت کا ہرجانہ کرتے۔

(ج)

تیشے بغیر مر نہ سکا کوہ کن اسد
سرگشتہ خمار رسوم و قیود تھا

شاعر کا نام

مرزا غالب (اسد اللہ خان غالب)

تشریح

مرزا غالب کا تخلص اسد ہے۔ وہ اپنے اکثر شعروں میں اس تخلص کو استعمال کرتے تھے۔ مرزا غالب اردو کے بلند پایہ کے شاعر تھے۔ آپ کو نہ صرف اردو بلکہ فارسی میں بھی کمال حاصل تھا۔ تلمیح نگاری آپ کا بہترین فن تھا۔ آپ نے نہ صرف شاعری کی دنیا میں بلکہ ادب کی دنیا میں بھی خوب نام کمایا۔

آپ نے اپنی شاعری کے ذریعے ادب میں جدت اور شوخی کا پہلو نمایاں کیا۔ آپ نے اردو مزاح کا پہلو بھی متعارف کروایا جیسے آج تک کے نامی شعراء کرام نبھا رہے ہیں۔

اس سفر میں مرزا غالب نے شیریں اور فرہاد کا قصہ بیان کیا ہے کہ سنگ تراش فرہاد نے ایک دن شہزادی شیریں کو دور سے دیکھا تھا اور اس کے عشق میں گرفتار ہو گیا اس کے عشق کا چرچا جب شیریں کے خاوند ایران کے بادشاہ خسرو کے پرویز تک پہنچا تو اس نے فرہاد کو طلب کیا اور اس کو کہا اگر نہر کھود کر محل تک لے آؤ تو تمہیں شیریں مل سکتی ہے

فرہاد کو شیریں سے ایسی لگن تھی کہ اس نے اس کام کو تقریباً مکمل کر لیا تھا تو اس وقت خسرو نے ایک بڑھیا کو فرہاد کے پاس بھیجا اس نے جا کر کہا کہ شیریں کی وفات ہو گئی جب فرہاد نے دھوکے کوہ کن کا لقب ملا اس نے کدال اپنے سر پر مار لیا اور مر گیا

اس بابت مرزا غالب کا کہنا ہے کہ

فرہاد نے جب خبر سنی کہ شیریں کی وفات ہو گئی تو اس کو اس صدمے سے اسی وقت مر جانا چاہیے تھا اس کو اپنی موت کیلئے دوسرا سہارا لینے کی ضرورت کیوں پیش آئی وہ سرگشتہ یعنی دیوانہ رسومات کی قید میں تھا بجائے عشق کے ۔ اُسے مرنے کیلئے کسی چیز کی ضرورت پیش نہیں آنی چاہیے تھی اس کا مطلب ہے کہ وہ عشق کی معراج کو نہیں پہنچا۔ اگر عشق کی معراج حاصل ہوتی تو وہ شیریں کی خبر سنتے ہی مر جاتا

سوال نمبر 6

درج ذیل عبارات کا اردو ترجمہ کریں۔

آپ وہ انتہائی مہارت یافتہ شاعر تھے جو کہ گہرے جذبات اور خیالات کا اظہار اپنی شاعری سے کرتے تھے وہ استعارے اور تضاد کے استعمال کیلئے خاص طور پر مشہور تھے جس نے آپکی نظموں کے معنی میں کئی پہلو شامل کیے اور قارئین کیلئے جذبات کو ابھارنے والا اور چیلنج کرنے والا بنا دیا۔ ایک دوسری خاصیت غالب کی شاعری میں عالمگیریت تھی اگرچہ انہوں نے اردو اور فارسی میں لکھا لیکن ان کی شاعری زمان و مکاں سے بالاتر ہے اور مختلف علاقوں سے تعلق رکھنے والوں اور مختلف تہذیب کے لوگوں سے متعلقہ تھی۔ آپ نے محبت، جدائی، اور فنا جیسے جذبات کا اظہار کیا جو کہ آج بھی متعلقہ ہیں اور ان کی شاعری کو وسیع پیمانے پر پڑھا اور سراہا جاتا ہے۔

CS CamScanner